پی پی پی ۔۔۔پبلک ۔۔۔پولیٹیشن ۔۔۔پریس

تحریر: سہیل احمد لون

پی پی پی جمہوری معاشرے کی تین اہم اکائیاں ہیں۔جن کے بغیر نہ جمہوریت عمل میں آ سکتی ہے اور نہ ہی پروان چڑھ سکتی ہے۔پی ...... پبلک یعنی عوام، پی...... پریس یعنی میڈیا اور پی ...... پولیٹیشن یعنی سیاستدان!!! پبلک اور پولیٹیشن کے درمیان رابطے کا سب سے اہم ذریعہ پریس ہی ہوتا ہے۔کسی بھی سیاستدان یا سیاسی جماعت کے منشور اور سوچ کے زاویے کو بغیر منعکس کیے اس کی تشہیر عوام الناس میں کرنا...... عوام کے مسائل، پریشانیوں اور خواہشوں کو بھی سیاسی پنڈتوں کے مندروں تک پہنچا کر فریاد کی گھنٹیاں ایمانداری سے بجانا، ان کے مقدس فریضے میں شامل ہے۔آج آزاد میڈیا کے دور میں جس برق رفتاری سے عوام کو حقائق سے باخبر رکھ کر ان کا شعور بیدار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، ماضی میں اس کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔قبل از پرویز مشرف ضیاء الحق کے دور میں اگر کوئی صحافی، شاعر یا ادیب ایمانداری سے قلمی تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرتا تو کوڑے اور قید و بند کی صعوبتیں اس کے مقدر میں لکھ دی جاتیں۔خاص طور پر مشرف دور میں 9 مارچ کے بعد میڈیا بھرپور عوامی قوت والا رکھنے والا ادارہ بن کر ابھرا۔جس نے مکے لہرا کر دکھانے والے ڈکٹیٹر کو ایسا ناک آؤٹ کیا کہ بیچارہ آج تک بے اختیار ملکہ کا مہمان بن کر لندن میں بحالت مجبوری زندہ ہے۔ ہماری مظلوم اور بھولی عوام بہت جلد کسی کو بھی اپنا مسیحا سمجھنا شروع کر دیتی ہے۔چیف جسٹس سے بڑی توقعات وابستہ کر لیں۔پاکستانی ہجوم نے یہ سوچ کر وکلا تحریک کا بھرپور ساتھ دیا کہ چیف جسٹس بحال ہو کر معاشرے میں پھیلے ہوئے بدعنوانیوں کے سرطان کا شافی علاج دریافت کر کے ان کو ناانصافی کے گرداب سے نکالیں گے۔بدقسمتی سے ہمارا عدالتی نظام آج بھی طبقات بنیادوں پر چل رہا ہے ۔ہر معاملہ چیف جسٹس تک پہنچ بھی نہیں سکتا۔اب عوام میڈیا کو بھی اپنا نجات دہندہ سمجھنے لگی ہے۔ یہ بھی جمہوری قدروں کا ایک حصہ ہے کہ عوامی مسائل اقتدار کے ایوانوں تک پہنچائے جائیں کیونکہ ایک عام آدمی کی رسائی خاص طور پر ہمارے ملک میں ان لوگوں تک ممکن نہیں ہوتی جنھوں نے مسائل کو حل کرنا ہوتا ہے۔لہٰذا میڈیا ہی عوام کی آواز بن کر حکمران طبقات تک پہنچتا ہے۔آج کے ترقی یافتہ دور میں میڈیا ملکی اور بین الاقوامی معاملات میں یکساں اہمیت کا حامل ہے۔میڈیا کی جنگ میں جو بھی اپنا موقف دلائل سے بیان کرے گا دنیا میں اس ملک کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو گا۔ہمارے ملک میں ان گنت مسائل ہیں جن کی نشاندہی میڈیا کرتا رہتا ہے۔بعض اوقات ان مسائل کے ساتھ ساتھ قدرتی آفات جیسے مصائب بھی وارد ہو جاتے ہیں جن سے نپٹنے کے نت نئے طریقوں سے میڈیا ہی عوام کو روشناس کرواتا ہے۔ جہاں تک ہمارے مسائل کا تعلق ہے ان کی صرف نشاندہی اور مناسب حل پیش کر کے میڈیا کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس پر عمل درآمد کروانے کے لیے یکسوئی سے کام کرنا بھی اُن کی ذمہ داری میں شامل ہوتا ہے۔کسی وقت میں لوگ تفریح کی خاطر تھیٹر اور سینما گھروں کا رخ کرتے تھے۔پھر ایک دور آیا کہ فلم انڈسٹری تباہی کے اس دہانے پر جا پہنچی کہ سینما گھروں کے مالکان نے دل برداشتہ ہو کر ان کو مسمار کر کے شاپنگ پلازہ یا ہوٹل بنانا شروع کر دیئے۔حکومت پابندی عائد نہ کرتی تو آج شاید کوئی سینما گھر باقی نہ رہتا۔اب فلمی اداکاروں اور ستاروں کا دور گزر

گیا۔ان کی جگہ سیاسی اداکاروں اور اداکاراؤں نے لے رکھی ہے۔ یہ سیاسی اداکار ٹی وی کے مختلف چینلوں پر اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ان کی پروموشن میڈیا والے اتنے موثر انداز سے کرتے ہیں کہ گھنٹوں میں ان کو سٹار سے سپر سٹار بنا دیتے ہیں۔اب تو یہ سیاسی ستارے ہالی ووڈ اور بالی ووڈ کے سپنے دیکھنا بھی شروع ہو گئے ہیں۔ٹی وی چینلو پر عوامی نمائندوں کو بیٹھا کر حالاتِ حاضرہ پر بات چیت، مسائل کی نشاندہی اور ان کا مناسب حل، ملکی اور بین الاقوامی امور پر تبادلہ خیال وغیرہ کسی پروگرام کے ذریعے نشر کرنا "ٹاک شو" کہلاتا ہے۔ہم بھی جنونی اور انتہا پسند ہیں ایک بار "ٹاک شوز" شروع کیے تو ان کی بھر مار کر دی۔بعض اوقات تو ان سیاسی اداکاروں کو ایک ٹاک شو سے اٹھ کر دوسرے ٹاک شو میں جانے کے دوران اپنا حلیہ یا کپڑے تبدیل کرنے کا موقع بھی نہیں ملتا۔جس کا کچھ اداکاراؤں کو خاص طور پر گلہ بھی ہے۔ٹاک شو میں اگر کسر پوری نہ ہو تو اس کی کمی کو پورا کرنے کے لیے باقاعدہ پریس کانفرنس کا اہتمام بھی کیا جانے لگا ہے۔پریس اور پولیٹیشن اپنی تیسری پی یعنی پبلک کی تفریح کا خیال رکھتے ہوئے اپنے ٹاک شوز اور پریس کانفرنسز میں ہر قسم کا مصالحہ ڈال کر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ مقبولیت کے گراف میں کمی واقع نہ ہو۔جس میں الزامات کی شمشیر زنی، گالی گلوچ، نازیبا اور غیر مہذب زبان کا استعمال، مار کٹائی، قرآن پر قسمیں، وعدے، نقلیں اتارنا، ناچنا، گانا، ڈرانا، دھمکانا اور مختلف زبانوں میں ڈائیلاگ بازی کرنا وغیرہ شامل ہے۔پھر بھی اگر کوئی کمی بیشی رہ جائے تو پھر بریکنگ نیوز کا سہارا بھی لیا جاتا ہے۔ بریکنگ نیوز کا گراف بھی جس برق رفتاری سے بڑھ رہا ہے اس سے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ بہت جلد ایک چینل صرف " بریکنگ نیوز " ہی نشر کیا کرے گا۔نیوز کو بریک کرنے کی دوڑ جیتنے کا یہ عالم ہو گیا ہے کہ مریض آئی سی یو پہنچے تو اس کے مرنے کی خبر نشر کر دی جاتی ہے۔ٹاک شوز اور پریس کانفرنس کی بڑھتی ہوئی رفتار سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب سال کے آخر پر ان سیاسی اداکاروں کو ایوارڈز سے نوازہ جائے گا۔ایوارڈز کی اس تقریب میں سیاسی اداکاروں کے ساتھ اینکرز حضرات کو بھی ایوارڈ ملا کریں گے۔اس میں یہ مسئلہ پڑ سکتا ہے کہ کس اداکار کو کونسا ایوارڈ دیا جائے کیونکہ ان میں سے زیادہ تر تو ہرفن مولا ہیں۔ویسے ایوارڈز کی ایک لمبی لسٹ ہو گی جس میں بہترین ڈریسنگ، گانے، ناچ، ڈائیلاگ ڈیلیوری، فائٹر، فائٹ انسٹرکٹر، چائلڈ سٹار، کہانی نویس، پیش کار، ہیرو، ہیروئین، معاون اداکار، معاون اداکارہ، ہدایت کار، نوزائیدہ فنکار، وغیرہ وغیرہ ......مگر اس میں پریس اور پولیٹیشن کو تو کچھ نہ کچھ مل گیا مگر پبلک بیچاری کے حصے میں کیا آئے گا......؟اس کے حصے میں بھی ایک خاص بین الاقوامی ایوارڈ ہو گا...... برداشت کا ایوارڈ۔ان پریس کانفرسوں اور ٹاک شوز کا اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں جب تک کسی بھی مسئلے کا حل تلاش کر کے اس کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچایا جائے۔جب تک مسائل کا ذکر ان لوگوں سے کرتے رہیں گے جو ان کے ماٰ خذ ہیں تو مسئلے کبھی حل نہیں ہوں گے۔میڈیا کو چاہیے کہ عوام میں شعور بیدار کرے ان کو ووٹ کی طاقت کا صحیح استعمال کرنے میں اپنا کلیدی کردار ادا کرے۔تاکہ آئندہ آنے والے نمائندے حقیقی اور خالصتاً عوامی ہوں۔پاکستان کی نوجوان نسل میں بڑا دم اور ذہانت ہے۔کبھی ان کو بھی ٹاک شوز میں موقع دیں۔ان سے بھی ملکی مسائل کا حل جاننے کی کوشش کریں۔جیسے عالم آن لائن یا شادی آن لائن پروگرام نشر کیے جاتے ہیں اسی طرح کبھی صدر پاکستان آن لائن، وزیر اعظم پاکستان آن لائن، وزیر اعلیٰ آن لائن، گورنر آن لائن ، وزیر داخلہ آن لائن، وزیر ریلوے آن لائن، وزیر بجلی و پانی آن لائن، وزیر صحت آن لائن، وغیرہ بھی ہونے

چاہئیں اور پروگرام کا دورانیہ بھی ذرا طویل ہو۔کم از کم الطاف حسین کی پریس کانفرنس سے زیادہ ہو۔تا کہ عوام کو بھی ایک بار اپنے چہیتے نمائندوں سے براہ راست بات کرنے کا موقع تو ملے کیونکہ پبلک بیچاری تو ان عوامی نمائندوں کو عوامی مقامت پر تو مل نہیں سکتی اور نہ ہی کبھی بات کرنے کا موقع ملتا ہے۔بلٹ پروف گاڑیاں،بلٹ پروف جیکٹ ہتر قی پروف تقاریر اور مضبوط حفاظتی حصار پھلانگ کر ایک عام شہری تو ان تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔ان حالات میں پریس ہی پبلک اور پولیٹیشن کے درمیان رابطے کا موثر ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں۔جس دن یہ رابطہ صحیح معنوں میں بحال ہو گیا تو حقیقی " جمہوریت " کا آغاز ہو جائے گا۔جب تک پبلک اور پولیٹیشن میں یہ خلیج رہے گی تو میڈیا کی تمام تر کوششوں کے باوجود جمہوری عمل صرف کاغذی حد تک ہی محدود رہے گا۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

روزنامہ "دن" لاہور 27 ستمبر 2011ء

دی نیشن لندن 4 نومبر 2011ء

30-10-2011